ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، پی ایچ ڈی (لنڈن)
سابق پروفیسر عربی پنجاب یونیورسٹی

لغات القرآن

(گذشتہ سے پیوستہ)

آدم

آدم ایک عربی کلمہ ہے یعنے ابوالبشر۔ تورات اور قرآن مجید کی رُو سے آدم پہلا بشر یا انسان ہے جسے خداوند کریم نے پیدا کیا تھا۔

آدم کا لفظ عربی کے علاوہ عبرانی، سُریانی اور کنعانی (فنیقی) زبانوں میں بھی موجود ہے، گویا متعدد سامی زبانوں کا ایک مشترک کلمہ ہے۔

آدم کا لفظ سب سے پہلے تورات کے سفر التکوین میں استعمال ہوا، اور بعد ازاں قرآن پاک کی مختلف سُورتوں میں کم از کم پچیس مرتبہ آیا ہے۔

ابو منصور الجوالیقی نے اپنی کتاب المعرّب میں آدم کے لفظ کو عربی بتایا ہے، لیکن علامہ زمخشری اور قاضی بیضاوی نے اسے ایک عجمی کلمہ قرار دیا ہے، امام راغب اصفہانی نے مُفردات القرآن میں لفظ آدم کے اشتقاق کے بارے میں مختلف اقوال روایت کیے ہیں اور ایک قول یہ نقل کیا ہے کہ آدم اُدمة سے مُشتق ہے جس کے معنی گندمی رنگت کے ہیں۔ اگر اس قول کو قبول کر لیا جائے تو آدم کا وزن اَسود و اَحمر کی طرح اَفعل قرار پائے گا۔

عربی میں آدم کا لفظ صرف ابوالبشر کے لیے اسمِ عَلم کے طور پر استعمال ہوا ہے، لیکن عبرانی اور کنعانی زبانوں میں عام انسانوں کے لیے بھی آیا ہے۔

آدم کا لفظ مغربی قوموں نے بھی عام انسانوں کے لیے بطور (Personal name) کے استعمال کیا ہے، اور ان کے ہاں یہ نام حسبِ ذیل مختلف صورتوں میں پایا ہے:

English, French German and Danish	Adam
Italian	Adamo
Spanish	Adan
Portuguese	Adao

اِلٰہ

عربی میں اِلٰہ کے معنی خدا یا معبود ہیں ۔ اِلٰہ کا لفظ عام ہے ، خواہ وہ معبود برحق ہو یا باطل ۔ عبرانی اور آرامی زبانوں میں الٰہ کا مترادف ایل ہے ، مثلاً جب حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھایا گیا ، تو آپ کی زبان سے یہ فریاد نکلی تھی : ایلی ایلی لمّا شبقتنی (انجیل مرقس ، یعنی اِلٰھی اِلٰھی لماذا ترکتنی ۔

مفردات راغب میں اِلٰہ کے اصل و اشتقاق کے بارے میں جو متعدد اقوال منقول ہیں وہ محض قیاسی اور تخمینی ہیں جن سے پڑھنے والے کی تشفی نہیں ہوتی اور وہ کسی قطعی نتیجہ پر نہیں پہنچتا ۔

قدیم عرب سورج کو الاھہ یعنی دیوی کہہ کر پکارتے تھے ، کیونکہ دیگر سامی قوموں کی طرح عرب لوگ بھی سورج کو مؤنث تصوّر کرتے تھے ۔

اِلٰہ کا لفظ خدا کے معنی میں قرآن مجید میں بکثرت استعمال ہوا ہے ۔ مثلاً سورۃ بقرہ میں ہے :

وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ (سورۃ بقرہ ، آیت ۶۲) ۔ (اور تمہارا معبود خدائے واحد ہے ، اس کے سوا اور کوئی خدا موجود نہیں ، وہ مہربان اور رحم کرنے والا ہے) ۔

اِلٰہ کی جمع اٰلِھَۃٌ آتی ہے ۔ اٰلِھَۃٌ کا لفظ بھی قرآن پاک میں کئی بار آیا ہے ۔ مثلاً سورۃ الانبیاء میں ہے :

اَمْ لَھُمْ اٰلِھَۃٌ تَمْنَعُھُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۝ (کیا ہمارے سوا اُن کے کوئی اور معبود بھی ہیں ، جو اُن کو بچا سکیں) ۔

اللّٰہ

اللّٰہ اہلِ اسلام کے ہاں خدائے برحق کا مخصوص نام ہے ، جو قرآن مجید میں ۲۵۵۷ مرتبہ استعمال ہوا ہے

اللہ کا نام ظہورِ اسلام سے پہلے بھی عربوں کے ہاں معروف تھا، لیکن وہ اس کے ساتھ بہت سے دیوی دیوتاؤں کو بھی شریک کرتے تھے۔ اسی لیے قرآن پاک نے ان کو مشرک کہا ہے۔

لفظ اللہ کے اشتقاق اور اس کی ترکیب کے بارے میں کئی اقوال آتے ہیں۔ لیکن معقول ترین اور مقبول ترین قول یہ ہے کہ اللہ کا لفظ الٰہ کی ابتداء میں لام تعریف بڑھانے سے بنا ہے۔

الرّحمٰن

رحمٰن کا لفظ رحم یا رحمۃ سے مشتق ہے، اور اس کا وزن فَعلاَن ہے، اور جب اس پر لام تعریف کا داخل ہو تو الرّحمٰن خداوندکریم کی ذات کے لیے مخصوص ہو جاتا ہے۔ اور وہ اللہ کا ہم معنی اور مترادف بن جاتا ہے، جیساکہ سورۂ بنی اسرائیل کی حسبِ ذیل آیت سے ظاہر ہے:-

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝

(اے نبیؐ، لوگوں سے کہدو کہ خواہ تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو، جس نام سے بھی تم پکارو، اس کے سبھی اچھے نام ہیں)۔

رحمٰن کا نام جنوبی عرب کے ساتھ مخصوص تھا۔ چنانچہ سدِّ مآرب کا ایک قدیم کتبہ بنعمۃ الرحمٰنِ الرّحیم کے نام سے شروع ہوتا ہے۔ جب اسلام نے ابتداءً رحمٰن کا نام لیا تو قریشِ مکّہ کو اجنبی معلوم ہوا۔ صحیح البخاری میں لکھا ہے کہ جب صُلح حُدیبیہ کے موقع پر حضرت علیؓ نے عہدنامہ کی پیشانی پر بِسمِ اللهِ الرحمٰنِ الرحیم لکھا تو قریش معترض ہوئے اور کہا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے کہ کون ہے۔

قرآنِ پاک میں قریش کے اس تعجب انگیز انکار کا ذکر یوں آیا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝

(اور جب ان سے کہا گیا کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو انہوں نے کہا کہ رحمٰن کون ہے۔ کیا تو جس کو کہے گا ہم اسی کو سجدہ کریں گے، اور اس بات سے ان کی نفرت اور بڑھ گئی)۔

قرآن پاک کی ہر سورت کا آغاز بِسمِ اللهِ الرحمٰنِ الرحیم سے ہوتا ہے، اور مفسّرین نے رحمٰن اور رحیم کو ہم معنی صفتیں سمجھ کر ان کی متعدد تاویلیں کی ہیں، لیکن قرآن پاک کے اندازِ بیان سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے رحمٰن کو بطور صفت نہیں بلکہ بطور اسم علم استعمال کیا ہے۔ اور وہ اللہ کا ہم معنی

اور مترادف ہے، بلکہ اسی کا دوسرا نام ہے۔

بَعْل

بَعْل سامی زبانوں کا ایک عام اور مشترک لفظ ہے، جس کے لغوی معنی ربّ، مالک، خداوند یا آقا کے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے "اتقان" میں لکھا ہے کہ ملک یمن اور قبیلہ ازد کی زبان میں بَعْل کے معنی ربّ ہیں، اور جنوبی عرب میں حمیری زبان کے جو کتبات دریافت ہوئے ہیں، ان سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے، کیونکہ اُن میں بعل کا لفظ مالک اور حاکم کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

بعل کا لفظ (بصیغہ مفرد و جمع) تورات میں بھی کئی مرتبہ آیا ہے، اور اس سے عبرانیوں کے مخالف قبیلوں اور قوموں خصوصاً کنعانیوں (Canaanites) کے جھوٹے معبود مراد ہیں۔

بعل کے اصلی معنی تو مالک یا معبود ہیں، لیکن مجازی طور پر عربی شوہر کو بھی بعل کہہ دیتے ہیں قرآن مجید میں بعل کا لفظ ان دونوں معنوں میں استعمال ہوا ہے، چنانچہ سورہ الصّٰفّٰت میں ہے:

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ۝

(کیا تم اپنے دیوتا بعل کو پکارتے ہو، اور بہترین پیدا کرنے والے خدا کو چھوڑ رہے ہو)

سُورہ ہُود میں بعل کا لفظ اس کے مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے:

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝

(اُس نے یعنی ابراہیمؑ کی زوجہ نے کہا کہ ہائے افسوس، کیا میں جنوں گی، حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور میرا شوہر بھی بوڑھا ہے، بیشک یہ ایک عجیب بات ہے)۔

بعل کی جمع بُعُولَة ہے جو اسی مجازی معنی میں دیگر تین سورتوں میں چار مرتبہ استعمال ہوئی ہے۔

بعل ذیل کے مرکب الفاظ کا ایک جزء ہے:

بعلبک، شام کا ایک قدیم تاریخی شہر ہے، جو اب ویران ہو چکا ہے اور اس کے صرف کھنڈر باقی ہیں۔ اس کے معنی غالباً "بعل کا شہر" ہے۔ یونانی اسے Heliopolis (یعنی مدینۃ الشمس) کہتے تھے، کیونکہ وہاں سورج دیوتا کی پوجا ہوتی تھی۔

ہنی بعل (Hannibal) کارتھیج یعنی قرطاجنہ والوں کا ایک مشہور سپہ سالار

تھا جس نے اپنے حریف رومیوں (Romans) کے خلاف مدتِ دراز تک جنگ جاری رکھی، اور ایک باتدبیر سپہ سالار کی حیثیت سے شہرتِ دوام پائی۔ ہنی بعل کے معنی ہیں وہ شخص جس کو بعل نے برکت دی ہو۔

عربوں کے ہاں ایک نام مُہنّی مروج ہے، میرے خیال میں اس کا مفہوم ہنی بعل کے مفہوم سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔

بابل

بابل عراق کا ایک قدیم شہر ہے، جو دریائے فرات پر واقع تھا، اور جو ہاروت و ماروت کے ضمن میں قرآنِ پاک میں ایک مرتبہ مذکور ہوا ہے۔ چنانچہ سُورہ بقرہ میں ہے:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۞

(اور بنی اسرائیل نے اُس بات کی پیروی کی جو شیاطین نے سُلیمان کی سلطنت کے بارے میں گھڑی تھی۔ اور سُلیمان نے کفر اختیار نہیں کیا بلکہ شیاطین کافر ٹھہرے تھے۔ جو لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، اور نیز وہ بھی جو بابل میں ہاروت و ماروت پر اُتارا گیا تھا)۔

بابل کا لفظ دو کلموں سے مرکّب ہے، باب اور ایل۔ باب کے معنی دروازے یا درگاہ کے ہیں اور ایل اللہ کی دوسری صورت ہے، لہٰذا بابل کے معنی ہوئے "درگاہِ الٰہی" یا "آستانۂ خداوندی"۔

بابل کے لفظ سے ظاہر ہے کہ بابل والوں کی زبان سامی زمرہ ہی کی ایک شاخ تھی، جو عربی اور عبرانی سے بہت قریبی مشابہت رکھتی ہے، اور یہ بات ان کتبوں سے بھی ثابت ہے جو مسماری خط ( ) میں ہیں اور بابل کے کھنڈروں سے بکثرت ملے ہیں۔

بابل کی سلطنت کی ایک خاصی لمبی تاریخ ہے، جس کو مورخین نے وہاں کے آثارِ قدیمہ اور دیگر ذرائع سے مُرتب کیا ہے، جب ایران کے شہنشاہ کورش (Cyrus) نے ۵۳۸ قبل مسیح میں بابل کی مملکت کو تسخیر کیا تو یہ مملکت ایرانی سلطنت میں مدغم ہو گئی اور بابل کا شہر آخر کار ویران ہو گیا جس کے آثار انیسویں صدی میں دریافت ہوئے ہیں۔

انگریزی میں بابل کو Babel لکھتے ہیں اور جس ملک کا وہ دارالحکومت تھا، اسے Babylonia کہتے ہیں

جَنّۃ ، الجنّۃ

عربی زبان کے سہ حرفی مادہ جَنّ کے لغوی معنی کسی چیز کو پوشیدہ کرنے، چھپانے یا ڈھانپنے کے ہیں۔ اور باغ کو جنّت غالباً اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کے درخت زمین کو اپنے سایہ سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ بہر حال 'جنّت' کا لفظ قرآن پاک میں باغ کے معنی میں کئی بار آیا ہے، مثلاً سورۂ سبا میں ہے:

لَقَدْ کَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْکَنِہِمْ اٰیَۃٌ جَنَّتَانِ عَنْ یَمِیْنٍ وَّشِمَالٍ ۵

(سبا کی قوم کے لیے اُن کے وطن میں ایک نشانی تھی، دو باغ تھے، ایک دائیں جانب اور ایک بائیں جانب)۔

لیکن جب لفظ جنّت پر لامِ تعریف داخل ہو، تو الجنّۃ کا اطلاق اس بہشتِ بریں پر ہوتا ہے جو خداوند کریم کی طرف سے مومنوں کے لیے مخصوص ہو چکی ہے۔ چنانچہ سُورۂ البراءۃ میں ہے:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃُ ۵

(بے شک اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں، اس وعدہ پر کہ اُن کو ان کے بدلے میں جنت دی جائے گی)۔

جنّت کی جمع جنّات آتی ہے، اور جنّات کا لفظ بھی قرآن پاک میں کئی بار آیا ہے، چنانچہ سورہ بقرہ میں ہے:۔

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ ۵

(جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک کام کیے ہیں اُن کو خوش خبری دو کہ اُن کے لیے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں)۔

صِراط

صِراط کا لفظ قرآن مجید کے مختلف مقامات میں تقریباً ۴۵ مرتبہ آیا ہے۔ صراط کے لغوی معنی راستہ کے ہیں، لیکن قرآن پاک میں یہ لفظ ایک مذہبی رنگ میں برتا گیا ہے، اور صراطِ مستقیم

کی صورت میں صحیح مذہبی روش کے لیے استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۂ فاتحہ میں ہے:

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ٥ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ٥

(اے خدا، ہمیں سیدھا راستہ دکھا، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تُو نے انعام کیا اور جو تیرے غضب کے سزاوار نہیں ہوئے اور نہ ہی وہ گمراہ ہوئے ہیں)۔

امام سیوطی نے اتقان میں النقاش اور ابن الجوزی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ صراط رومی زبان میں راستہ کو کہتے ہیں اور ابو حاتم احمد بن حمدان الرازی (متوفی ۳۲۲ھ) نے بھی اپنی "کتاب الزینۃ" (مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۷ء) میں اسے رومی الفاظ میں شمار کیا ہے۔ عصر حاضر کے مغربی محققین کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ لفظ دراصل لاطینی کلمہ Strata ہے، جو پہلے شام میں رومی عہد میں رائج ہوا اور وہاں کی آرامی زبان کے توسّط سے عربی میں داخل ہوا۔

صراط کا لفظ جاہلی شعراء کے کلام میں بھی پایا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ قدیم زمانے ہی سے عربی میں منتقل ہو چکا تھا، اور قرآن پاک میں جس کثرت اور بے تکلفی سے استعمال ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظہورِ اسلام کے وقت صراط عربوں کی زبان کا ایک عام فہم لفظ بن چکا تھا۔

انگریزی زبان کا لفظ Street بھی اسی لاطینی کلمہ Strata سے ماخوذ ہے۔ انگریزی کے علاوہ مغرب کی متعدد دیگر زبانوں نے بھی Strata کو مستعار لیا ہے اور قدرے تبدیلی کے ساتھ حسبِ ذیل صورتوں میں پایا جاتا ہے، گویا ذیل کے الفاظ صراط کے ہم اصل اور ہم نسب (Cognates) ہیں، کیونکہ ان سب کا ماخذ ایک ہے:

Dutch	:	Straat
German	:	Strasse
Danish	:	Strade
Italian	:	Strada
Spanish	:	Estrada

قرآن

قرآن کا لفظ علمِ صرف کے لحاظ سے مصدر ہے اور اس کے لغوی معنی پڑھنے یا تلاوت کرنے

Reading or Recitation کے ہیں، چنانچہ سورۃ قیامہ میں ہے:

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ○ (بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمّہ ہے۔ پس جب ہم اسے پڑھیں تو تم بھی اسی طرح پڑھا کرو)۔

لیکن اسلامی اصطلاح میں قرآن اس کتاب مقدس کا نام ہے، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی۔ اور جسے سب مسلمان الہامی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور تمام اسلامی شریعت عقائد اور اخلاق کی بنیاد ہے۔ چنانچہ کلامِ پاک کے کئی مقامات میں وحیِ الٰہی کو قرآن کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الاعراف میں ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○

(اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سُنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر اللہ کی رحمت ہو)

پھر سورہ واقعہ میں ہے: إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ○ فِي كِتَابٍ مَكْنُونٍ ○ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ○ تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ○ (بے شک یہ بڑے مرتبہ کا قرآن ہے جو ایک محفوظ کتاب میں ہے۔ اسے پاکیزہ لوگوں کے سوا اور کوئی نہیں چھوتا۔ وہ کائنات کے پروردگار کی طرف سے اُتارا گیا ہے۔

پھر سورۃ الزُّمر میں فرمایا: قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ ○ (یہ قرآن عربی ہے، جس میں کوئی کجی یعنی عیب نہیں ہے)۔

قرآنِ پاک کا دوسرا نام "الکتاب" بھی ہے۔ چنانچہ سورۃ الزُّمر میں ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ○

(اے رسُول ہم نے تیری طرف کتاب اُتاری ہے سچائی کے ساتھ، پس تو اللہ کی پرستش کر خالص دین کے ساتھ)۔

لہٰذا اسلامی لٹریچر میں جہاں کہیں "الکتاب" کا ذکر آتا ہے تو اس سے قرآنِ پاک مُراد لیتے ہیں مسلمان مُصنفین کے ہاں "کتاب وسُنّت" کی اصطلاح کا رواج بہت عام ہے۔

مُفسّرین کرام نے قرآن کے دیگر ۳۱ نام گناتے ہیں جو کلامِ پاک میں قرآن حکیم کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ یہ نام بیشتر صفاتی ہیں، مثلاً الذکر، تبیان۔ فُرقان وغیرہ